Research Journal of Islamic Studies

Volume: 3 Issue: 1

Jan-Jun 2026

Page No: 29-44

The Govt. Sadiq College Women University Bahawalpur

https://journals.gscwu.edu.pk/index.php/mishkat-ulilm/about

تاویل الحدیث کا ارتقائی سفر: آغاز سے جدید دور تک ایک تعارفی مطالعہ

Ta'wil al-Ḥadith: Its Evolutionary Journey from Early Islam to the Contemporary Period An Introductory Study

Mishal Sadiqa
Bahawalpur, Pakistan.
Email: mishal.sadiqabwp@gmail.com
ORCID: 0009-0003-2483-7681

Abstract

Ta'wil al-Ḥadith, the interpretive engagement with Prophetic traditions, stands as a vital and evolving dimension of Islamic intellectual heritage. This introductory study traces the historical development of Hadith interpretation from the time of the Companions to the present day. It examines how early Muslims understood the Sunnah through contextual awareness, and how this evolved into systematic methodologies across fiqh, ʿUlūm al-Ḥadith, theology, and Sufism. The paper highlights major shifts during the classical period, the impact of colonial modernity, and the diverse approaches of contemporary Muslim scholars ranging from traditional preservationists to reformist and contextual interpreters. By analyzing key phases, prominent figures, and methodological innovations, this study demonstrates how Ta'wil al-Ḥadith has served as a bridge between fidelity to tradition and responsiveness to new intellectual and social challenges. It ultimately underscores the continuing significance of nuanced Hadith interpretation in addressing contemporary issues while remaining rooted in the spirit of the Sunnah.

Keywords: Ta'wil al-Hadith, Hadith Hermeneutics, Islamic Interpretation, Ulum al-Hadith, Contextual Hermeneutics, Classical Fiqh, Reformist Thought, Sunnah and Modernity

تاویل الحدیث اسلامی فکر کے ایک اہم اور متحرک عمل کا نام ہے جو صدیوں سے جاری ہے۔ یہ نہ صرف احادیث کی حفاظت کرتا ہے بلکہ انہیں بدلتے ہوئے حالات اور نئی عقلی چیلنجز کے مطابق سمجھنے کا ذریعہ بھی فراہم کرتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں حدیث کی فہم سادہ، عملی اور سیاقی تھی۔ تابعین کے زمانے میں مختلف علاقوں (حجاز، عراق، شام) میں اس کے الگ الگ اسلوب ابھرے۔ عہد وسطیٰ میں یہ عمل فقہی مذاہب، کلامی مکاتب اور تصوف کے اندر منظم ہوا۔ استعماری دور نے نئے سوالات پیدا کیے جن کا جواب جدید مفکرین نے مختلف انداز میں دیا۔ عصر حاضر میں تاویل الحدیث روایتی حفاظت اور جدید سیاقی تفہیم کے درمیان توازن پیدا کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ یہ تعارفی مطالعہ اس طویل فکری سفر کا جائزہ لیتا ہے۔

تأویل الحدیث کی تعریف

تأویل الحدیث سے مراد نبی کریم ﷺ کی احادیث کے ظاہری مفہوم سے ہٹ کر کسی مناسب، معقول اور شریعت کے مقاصد کے موافق معنی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ تاویل الحدیث علوم حدیث، فقہ لاسلامی اور اصول فقہ میں ایک انتہائی اہم اور نازک اصطلاح ہے۔ یہ عمل اس وقت زیادہ اہمیت اختیار کرتا ہے جب کوئی حدیث:

- عقل یا مشاہدہ کے خلاف معلوم ہو۔
- دوسری صحیح احادیث سے متعارض نظر آئے۔
- یا اس کا لفظ مجمل، مشکوک یا غیر واضح ہو۔

تأویل کا مقصد حدیث کو رد کرنے کی بجائے اسے محفوظ رکھتے ہوئے اس کی صحیح تفہیم تک پہنچنا ہے۔

لغوی معنی (Literal Meaning)

لفظ تأویل عربی کے **أول** سے نکلا ہے جس کا مطلب اصل کی طرف رجوع کرنا یا کسی شے کو اس کے انجام تک پہنچانا ہے۔ قرآن مجید میں بھی یہ لفظ اسی مفہوم میں آیا ہے جیسے **یوم یأتی تأویله**[1]۔ لغت کے ماہرین ابن منظور اور راغب اصفہانی نے بھی اسے اصل کی طرف لوٹانے کے معنی بیان کیے ہیں۔[2]

ابن منظور (متوفی 711ھ) اپنی مشہور لغت کی کتاب لسان العرب میں لکھتے ہیں:

”آلَ الشَّيْءُ يَؤُولُ أَوْلًا وَمَآلًا، أي: رَجَعَ إِلَى أَصْلِهِ وَعَادَ إِلَيْهِ. وأَوَّلَ الشَّيْءَ إِلَيْهِ: أَيْ أَرْجَعَهُ وَأَعَادَهُ إِلَى مَوْضِعِهِ أَوْ أَصْلِهِ“[3].

یعنی اَول کا معنی رجوع ہے، اور اَوّل الشيء یعنی اسے اس کی اصل کی طرف لوٹانا۔

راغب اصفہانی (متوفی 502ھ) مفردات اَلفاظ القرآن میں فرماتے ہیں:

”التَّأْوِيلُ يَعُودُ بِالأَصْلِ إِلَى الأَوَّلِ، وَهُوَ الرُّجُوعُ إِلَى الْمَبْدَإِ الْأَسَاسِيّ وَالْعَوْدَةُ إِلَى الْمَصْدَرِ الْحَقِيقِيّ لِلشَّيْءِ“[4].

تأویل کا لفظ الأول سے نکلا ہے، جس کا مطلب ہے اصل کی طرف رجوع کرنا یا بنیاد اور مبدأ کی طرف واپس لوٹنا۔

اصطلاحی معنی (Technical Meaning)

علوم حدیث اور اصول فقہ میں تأویل الحدیث سے مراد حدیث کے ظاہری مفہوم سے ہٹ کر ایسا مناسب اور معقول معنی اختیار کرنا ہے جو شرعی دلائل (قرآن، دیگر احادیث، اجماع، قیاس) پر مبنی ہو۔ یہ خاص طور پر متعارض یا مشکل احادیث کو ہم آہنگ کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ مقصد حدیث کو رد کرنا نہیں بلکہ اس کی حفاظت کرتے ہوئے درست فہم تک پہنچنا ہے۔[5]

تاویل کیوں ضروری ہوتی ہے؟

تاویل الحدیث کا مقصد احادیث نبوی ﷺ کی حفاظت ان کے درمیان ہم آہنگی قائم کرنا اور شرعی احکام کی صحیح تفہیم کو یقینی بنانا ہے۔ جب احادیث کے ظاہری معانی میں تعارض (ظاہری ٹکراؤ) پیدا ہو جائے یا کوئی معنی قرآن، عقل یا دیگر قطعی دلائل سے متصادم نظر آئے تو تاویل کے ذریعے اسے دور کیا جاتا ہے۔ یہ عمل حدیث کو رد کرنے کے لیے نہیں بلکہ اس کی توثیق اور دین کی یکجہتی کے لیے کیا جاتا ہے۔

اہم وجوہات جو تاویل کو ضروری بناتی ہیں:

1. **احادیث میں ظاہری تعارض کا پیدا ہونا**

بعض اوقات ایک حدیث میں عمومی حکم بیان کیا جاتا ہے جبکہ دوسری میں اسی حکم کا استثناء یا خاص صورت بیان ہوتی ہے۔ اگر دونوں کو ظاہری طور پر لیا جائے تو تضاد پیدا ہو جاتا ہے۔ تاویل سے دونوں کو ہم آہنگ کر کے ایک معنی نکالا جاتا ہے، جیسے تخصیص عام کو خاص کرنا یا جمع بین الروایات۔

2. **حدیث کا ظاہری مفہوم قرآن مجید کے قطعی حکم یا عقل کے بنیادی اصولوں سے متصادم ہونا**

اگر حدیث کا ظاہری معنی قرآن کی واضح آیت یا عقل سلیم کے خلاف ہو (جیسے اللہ کی ذات کو مکان یا جسم سے متصف کرنے والے الفاظ) تو تاویل کی جاتی ہے تاکہ اللہ کی تنزیہ اور توحید برقرار رہے۔

3. **لفظ کا مجمل، مشترک یا مجازی ہونا**

عربی زبان میں بعض الفاظ متعدد معانی رکھتے ہیں یا مجازی طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ اگر لفظ مجمل ہو یا سیاق کے مطابق ظاہری معنی مناسب نہ ہو تو تاویل سے صحیح مراد متعین کی جاتی ہے۔

4. **سیاق، سبب ورود، یا تاریخی پس منظر کی بنا پر ظاہری معنی نامناسب ہونا**

حدیث کے نزول کا سبب، واقعہ یا سیاق اگر ظاہری معنی کو ناقابل قبول بنا دے تو تاویل کے ذریعے اصل مراد واضح کی جاتی ہے۔

تاویل کی شرائط (اہم ترین ضوابط)

تاویل کوئی خود ساختہ یا من مانی تشریح نہیں ہے، بلکہ یہ بہت سخت شرائط کے ساتھ جائز ہوتی ہے۔ ان شرائط کو علماء اصول اور محدثین نے تفصیل سے بیان کیا ہے:

1۔ معتبر اور قوی قرینہ کا ہونا

تاویل بغیر کسی قابلِ اعتماد اور قوی دلیل کے نہیں کی جا سکتی۔ یہ قرینہ قرآن مجید، صحیح حدیث، اجماعِ امت، عربی لغت کا قوی استعمال، یا عقلِ قطعی کا تقاضا ہو سکتا ہے۔

2۔ ظاہری معنی میں واضح تعارض

اگر حدیث یا نص کا ظاہری مفہوم ممکن اور درست ہو سکتا ہے تو تاویل کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی۔ تاویل صرف اس وقت جائز ہے جب ظاہری معنی سے واضح طور پر منطقی یا شرعی تضاد پیدا ہو جائے۔

3۔ لفظ میں تاویل کی گنجائش

لفظ میں لغوی، عرفی یا لسانی طور پر اس غیر ظاہری معنی کی طرف رہنمائی کرنے کی صلاحیت ہونی چاہیے۔ اگر لفظ میں وہ معنی بالکل موجود نہ ہوں تو تاویل جائز نہیں۔

4۔ شرعی مقاصد اور بنیادی احکام کی پاسداری

تاویل سے کسی بنیادی شرعی حکم کا خاتمہ، تبدیلی یا دوسری صحیح احادیث کی تردید نہیں ہونی چاہیے۔ تاویل کا مقصد احادیث کی حفاظت کرنا ہے، انہیں کمزور یا باطل کرنا نہیں۔

5۔ تاویل کرنے والا اہلِ اجتہاد ہو

اس کام کے لیے شخص کو قرآن، حدیث، عربی زبان، اصولِ فقہ اور فقہ میں گہری مہارت حاصل ہونی چاہیے۔ عام شخص، کم علم والا یا غیر مجتہد اس نازک کام کا حق نہیں رکھتا۔[6]

تاویل کے اہم اصول اور طریقے

تاویل سے مراد حدیث یا شرعی نصوص کے ظاہری معنی سے ہٹ کر، قرائن اور دلائل کی روشنی میں مناسب اور ممکنہ معنی نکالنا ہے، تاکہ روایات کے درمیان ظاہری تعارض دور ہو جائے اور ان کا باہمی مطابقت قائم رہے۔ یہ علم حدیث اور اصول فقہ کا اہم حصہ ہے، جو فقیہ اور محدث کو متعارض روایات کو جمع کرنے، عام کو خاص کرنے یا مجازی معنی پر محمول کرنے میں مدد دیتا ہے۔ تاویل بلاوجہ نہیں کی جاتی بلکہ قوی قرائن (جیسے دوسری روایات، قرآن، عقل یا لغت) کی بنیاد پر۔ یہ عمل احتیاط سے کیا جاتا ہے تاکہ نص کی اصل روح مسخ نہ ہو۔

ذیل میں دیے گئے اصولوں کی تفصیل اصلاحی انداز میں پیش کی جا رہی ہے:

1. تخصیص (عام کو خاص کرنا)

عام حکم (جو تمام افراد یا حالات پر ہوتا ہے) کو مخصوص افراد، حالات یا استثناء کے ذریعے محدود کرنا تخصیص کہلاتا ہے۔ یہ تاویل کا ایک اہم طریقہ ہے جب ایک روایت عام ہو اور دوسری اس کے کچھ حصوں کو خارج کرتی ہو۔

مثال: حدیث میں عام حکم "نماز پڑھو" ہو، لیکن دوسری روایت سے معلوم ہو کہ سفر میں قصر کی جائے تو عام کو خاص (سفر والوں کے لیے) کر دیا جاتا ہے۔ یا ربا کی حرمت کے عام حکم کو بعض معاملات میں تخصیص دی جاتی ہے۔

2. جمع بین الروایات (دونوں احادیث کو ملا کر معنی نکالنا)

دو یا زیادہ روایات جو ظاہری طور پر متعارض لگتی ہیں، انہیں ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر ایسا مفہوم نکالنا کہ دونوں درست رہیں۔ یہ سب سے پسندیدہ طریقہ ہے، کیونکہ جہاں تک ممکن ہو نصوص کو رد نہیں کیا جاتا۔

مثال: ایک حدیث میں عام حکم، دوسری میں اس کی قید یا استثناء۔ دونوں کو ملا کر یہ کہا جائے کہ پہلی عام ہے، دوسری اسے مخصوص حالات میں مقید کرتی ہے۔ یا ایک روایت حکم کی اصل بیان کرے، دوسری اس کی کیفیت یا وقت۔ یہ جمع عرفی (عادت کے مطابق) یا موضوعی / حکمی ہو سکتی ہے۔ اگر مکمل جمع ممکن نہ ہو تو ترجیح کی طرف جاتے ہیں۔

3. حمل علی المجاز (مجازی معنی پر لے جانا)

لفظ کو اس کے حقیقی معنی سے ہٹا کر مجازی یا استعاری معنی پر محمول کرنا، جب حقیقی معنی پر حمل سے تعارض پیدا ہو یا استحالہ ہو۔ یہ اس وقت کیا جاتا ہے جب قرینہ (سیاق، دوسری روایات یا لغت) مجازی معنی کی طرف اشارہ کرے۔

مثال: حدیث میں "ہاتھ" کا لفظ اگر اللہ کی صفات میں آئے تو مجازی طور پر قدرت یا قبضہ پر محمول کیا جاتا ہے (بعض مکاتب فکر میں)۔ یا کسی حکم کو کراہت یا استحباب پر محمول کرنا۔ مجاز شائع ہے لیکن بغیر قرینہ کے نہیں کیا جاتا۔ بعض علما (جیسے ظاہریہ) اسے محدود رکھتے ہیں، لیکن اکثر اصولیین اسے قبول کرتے ہیں جب ضروری ہو۔

4. ترجیح یا تقیید (شرط لگانا/ترجیح دینا)

- **ترجیح:** جب جمع ممکن نہ ہو تو ایک روایت کو دوسری پر ترجیح دینا، جیسے سند کے اعتبار سے (صحیح vs ضعیف)، راوی کی عدالت، یا دلالت کی قوت کی بنیاد پر۔
- **تقیید:** مطلق حکم کو شرط یا قید لگا کر محدود کرنا، جو تخصیص سے ملتا جلتا ہے۔ مثلاً مطلق "بیع" کو مخصوص حالات (جیسے عدم غش) کے ساتھ مقید کرنا۔
- **ترجیح کے مرجحات:** سند، راوی، زمانہ، سیاق وغیرہ۔ تقیید سے عام مطلق روایات ہم آہنگ ہو جاتی ہیں۔[7]

تاویل الحدیث کی اقسام

1۔ تاویل صحیح/تاویل قریب (قریبی تاویل)

یہ وہ تاویل ہے جو لفظ کے ظاہری معنی کے قریب ہوتی ہے اور اس میں صرف معمولی سی تبدیلی یا تخصیص ہوتی ہے۔ جو قوی دلیل (نقلی یا عقلی) پر مبنی ہو، لفظ کی صلاحیت رکھتی ہو، اور شرع کے اصولوں سے متصادم نہ ہو۔ یہ تاویل معتبر ہوتی ہے اور اسے قبول کیا جاتا ہے۔

مثال:

"إِنَّ اللَّهَ خَلَقَ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ"[8]

"اللہ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا۔"

ظاہری معنی: اللہ کی صورت جیسا (جو تنزیہ کے خلاف ہے)۔

تاویل صحیح: "صورتہ" سے مراد آدم کی صورت ہے (یعنی اللہ نے آدم کو اپنی طرف سے ایک خاص صورت پر پیدا کیا)، یا بعض نے "صورتہ" کو "صورة" یعنی تصویر / شکل کے معنی میں لیا جو عقلی اور نقلی دلائل سے ثابت ہے۔ یہ تاویل قرآن کی تنزیہ اور دیگر احادیث سے متفق ہے۔

مثال: حدیث میں "ید اللہ" کا معنی اللہ کی قدرت یا نعمت پر محمول کرنا، جو ظاہری "ہاتھ" سے قریب ہے مگر اسے صفات خبریہ میں تاویل کہتے ہیں۔[9]

2۔ تاویل متوسط/تاویل ممکنہ یا مجمل

یہ وہ قسم ہے تاویل کی جو لفظ کے ظاہری مفہوم سے ہٹ کر ممکنہ معنی کی طرف لے جاتی ہے، یعنی لفظ میں اس معنی کی گنجائش تو موجود ہوتی ہے، لیکن اس کے لیے قطعی اور پکا قرینہ نہیں ملتا۔ یہ متعدد ممکنہ معانی میں سے ایک امکان ہوتی ہے۔ بعض علماء اسے قبول کر لیتے ہیں بشرطیکہ یہ شرع کے کسی واضح حکم سے متصادم نہ ہو، البتہ یہ یقینی نوعیت کی تاویل نہیں ہوتی۔ بعض کتب میں اسے تاویل بالقرینہ یا تاویل اضافی بھی کہا گیا ہے۔[10]

یہ درمیانی درجے کی تاویل شمار ہوتی ہے۔ مثال:

"لَا يَبْلُغُ الْإِيمَانُ كَمَالَهُ عِنْدَ أَحَدِكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ"[11]

"تم میں سے کوئی کامل مومن نہیں جب تک اپنے بھائی کے لیے وہی نہ چاہے جو اپنے لیے چاہتا ہے۔؟"

ظاہری معنی: ہر شخص کے لیے ہر چیز میں برابری۔

تاویل ممکنہ: یہ محبت اور خیر خواہی کے اعتبار سے ہے، نہ کہ مال و جائیداد کی برابری کے۔ یہ ممکن ہے، لیکن قطعی نہیں، اور سیاق سے قرینہ ملتا ہے۔[12]

3۔ تاویل بعید (بعید تاویل)

یہ ایسی تاویل ہے جو اصل ظاہری معنی سے بہت زیادہ دور نکل جاتی ہے۔ اس میں قرینہ (ثبوت یا دلیل) عموماً کمزور یا نہایت ضعیف ہوتا ہے، تاہم یہ مکمل طور پر ناممکن بھی نہیں ہوتی۔

ایسی تاویلات کو عام طور پر رد کر دیا جاتا ہے یا انہیں قابلِ قبول نہیں سمجھا جاتا ہے، خصوصاً عقائد اور بنیادی عقیدہ کے مسائل میں۔

مثال: بعض فرقوں کی جانب سے صفاتِ الٰہیہ کی وہ تاویلات جو ظاہرِ قرآن و حدیث سے بہت زیادہ دور چلی جاتی ہیں۔

4۔ تاویل مستبعد / تاویل فاسد (ناممکن تاویل)

یہ وہ تاویل ہے جو بالکل ناممکن، بعید از ذہن اور لغت، عرف یا شرع کے خلاف ہو۔ اس میں کوئی معتبر قرینہ نہیں ہوتا اور یہ ظاہر کے بالکل منافی ہوتی ہے۔ ایسی تاویل مردود اور باطل ہوتی ہے، اور اسے کرنے والا اگر اجتہاد کی حد میں نہ ہو تو قابل مواخذہ بھی ہو سکتا ہے اور بعض اوقات تحریف کا درجہ پا لیتی ہے۔ مثال:

"الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ"[13]

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔"

اگر کوئی شخص اسے تاویل کر کے کہے کہ "نیت" سے مراد صرف دل کی بات ہے، اعمال کی کوئی اہمیت نہیں (یعنی اعمال کی پابندی غیر ضروری ہے)، تو یہ فاسد تاویل ہے کیونکہ یہ قرآن اور دیگر احادیث (جیسے اعمال کی اہمیت) سے متصادم ہے اور دلیل کے بغیر ہے۔[14]

حدیث کے سیاق میں یہ احادیث کے مابین تضاد کو حل کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے، جیسے مختلف روایات کو لغوی، اسنادی یا مقصدی بنیاد پر ہم آہنگ کرنا۔ تاویل کو تفسیر سے ممیز کیا جاتا ہے کہ تفسیر الفاظ کی عام تشریح ہے، جبکہ تاویل جملوں یا معانی کی گہری توجیہ ہے۔[15]

تاویل الحدیث کی ضرورت واہمیت:

1. تاویل الحدیث کی بنیادی ضرورت

تاویلِ حدیث کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ احادیث کی مختلف روایات میں بعض اوقات ظاہری طور پر تضاد نظر آتا ہے۔ اگر ان تضادات کو مناسب طریقے سے حل نہ کیا جائے تو یہ عقلی شکوک، شرعی ابہام یا قرآن مجید کے اصولوں سے ٹکراؤ پیدا کر سکتا ہے۔

مثال کے طور پر، ایک حدیث میں کسی عمل کی اجازت ملتی ہے جبکہ دوسری حدیث میں اسی عمل سے منع کیا گیا ہو۔ ایسی صورت میں تاویل کے ذریعے دونوں روایات کو باہم ہم آہنگ کیا جاتا ہے۔ یہ ظاہری تضادات مختلف وجوہات کی بنا پر سامنے آتے ہیں، جن میں روایات کی مختلف اسناد، سیاق وسباق کی تبدیلی، اور لسانی و بیانی پیچیدگیاں شامل ہیں۔ اگر ان احادیث کی مناسب تاویل نہ کی جائے تو ان کی غلط فہم پیدا ہو سکتی ہے، جو بالآخر فرقہ واریت کو جنم دے کر عقیدے میں خلل اور انتشار کا باعث بن جاتی ہے۔

متضاد روایات کو ہم آہنگ کرنا: احادیثِ نبوی ﷺ میں بعض روایات میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان ایسے الفاظ میں آتا ہے جو پہلی نظر میں انسانی جسم کی طرف اشارہ کرتے لگتے ہیں (تجسیم)، مگر علمائے اہلِ سنت نے ان کی تاویل (تفسیر) اللہ کی توحید اور تنزیہ کے اصولوں کے مطابق کی ہے مثال کے طور پر قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى"[16]

"جو رحمٰن ہے، عرش پر قائم ہے۔"

اس آیت کی تاویل اللہ کی شان کے مطابق کی جاتی ہے تاکہ جسمانی تصور سے بچا جا سکے۔ یہ ضرورت معتزلہ جیسے گروہوں کی تنقید کے جواب میں زیادہ واضح ہوئی جو احادیث کو عقلی طور پر متضاد قرار دیتے تھے۔

- **حدیث کی صداقت اور وحدت کی حفاظت:** سنت نبوی ﷺ کی وحدت کو برقرار رکھنے کے لیے تاویل ضروری ہے، کیونکہ احادیث قرآن کی تکمیل کرتی ہیں۔ جیسے سورۃ النجم میں بیان کہ:

"وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ" [17]

"اور نہ وہ اپنی خواہش سے کوئی بات کہتے ہیں۔ وہ تو صرف وحی ہے جو اتاری جاتی ہے۔"

نبی ﷺ اپنی خواہشِ نفس سے نہیں بولتے۔ اگر احادیث کے ظاہری تضادات کو حل نہ کیا جائے تو حدیث کی ساکھ اور اعتبار کو شدید نقصان پہنچ سکتا ہے۔ اس ضرورت کی ایک واضح مثال عالمِ حدیث ابن قتیبہ (وفات 276 ہجری) کی کتاب **تاویل مختلف الحدیث** ہے۔ انہوں نے اس میں 111 متضاد احادیث اور 72 مشکل احادیث کو جمع کر کے ان کی مناسب توجیہ و تاویل پیش کی۔[18]

- **عقلی اور شرعی تنقید کا سامنا:** جدید دور میں سائنسی اور عقلی تنقید کے سامنے حدیث کو برقرار رکھنے کے لیے تاویل ناگزیر ہے۔ مثال کے طور پر، معتزلہ نے احادیث کو قرآن سے متضاد قرار دیا، جیسے شفاعت کی ممانعت والی آیات کو اجازت والی آیات سے ہم آہنگ کرنے کے لیے تاویل استعمال ہوتی ہے۔ بغیر تاویل کے، یہ تنقید حدیث کی نفی کا باعث بن سکتی ہے۔

''وَاتَّقُوا يَوْمًا لَا تَجْزِي نَفْسٌ عَنْ نَفْسٍ شَيْئًا، وَلَا تُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ، وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا فِدْيَةٌ، وَلَا هُمْ يُنْصَرُونَ"[19]

"اس دن سے ڈرتے رہو جب کوئی کسی کو نفع نہ دے سکے گا اور نہ شفاعت اور نہ سفارش قبول ہو گی اور نہ کوئی بدلہ اس کے عوض لیا جائے گا اور نہ مدد کیے جائیں گے۔ اس دن سے ڈرو جس دن کوئی نفس کسی نفس کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے گا، نہ کسی شخص سے کوئی فدیہ قبول کیا جائے گا نہ اسے کوئی شفاعت نفع دے گی نہ ان کی مدد کی جائے گی۔"

"يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا[20]"

"اس دن سفارش کچھ کام نہ آئیگی مگر جسے رحمٰن حکم دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔"

تاویل الحدیث کی اہمیت

تاویلِ حدیث کی اہمیت اس کے دفاعی، حفاظتی اور تعلیمی کردار میں مضمر ہے۔ یہ نہ صرف احادیث کو بیرونی حملوں اور تنقید سے محفوظ رکھتی ہے بلکہ مسلمانوں کو ان کی صحیح فہم بھی عطا کرتی ہے اور عقائد کی حفاظت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

یہ اسلامی علوم کی ایک بنیادی بنیاد ہے اور روایت و سنت کے ساتھ جدید دور کے تقاضوں کے درمیان متوازن راستہ قائم کرتی ہے۔

- **عقائد کی حفاظت اور تشبیہ سے بچاؤ:**

تاویل اسلامی عقائد میں ایک اہم اصول ہے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کی لفظی اور ظاہری تشریح کرنے کے بجائے ان کی مناسب توجیہ کرتا ہے۔ اس کا بنیادی مقصد اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو کسی مخلوق سے مشابہ قرار دینے (تشبیہ یا تجسیم) سے بچانا ہے۔ تاویل اللہ کی صفات کی توجیہ کرتی ہے تاکہ تشبیہ (انسان نما خدا کا تصور) سے بچا جا سکے۔ مثال کے طور پر، قرآن کی آیت " وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا [21] اور لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ[22] سے ہم آہنگ کر کے تاویل کی جاتی ہے۔

تشبیہ سے مراد اللہ تعالیٰ کو انسان یا کسی مخلوق کی طرح تصور کرنا ہے، جیسے اللہ کے ہاتھ، چہرہ، آنکھ، آنا، بیٹھنا وغیرہ کو انسانی اعضاء یا حرکات جیسا سمجھنا۔ سلف صالحین اور اہل سنت والجماعت کے بہت سے علماء کے نزدیک اللہ کی صفات پر ایمان لانا ضروری ہے، لیکن انہیں **کیفیت** کے بغیر، اور

کسی مخلوق سے مشابہ کیے بغیر ماننا چاہیے۔ **تاویل** اسی جگہ کام آتی ہے۔ جہاں ظاہری لفظ سے تشبیہ کا خطرہ ہو، وہاں اہلِ علم مناسب تاویل کرتے ہیں تاکہ عقیدہ پاک رہے۔

- **حدیث کی تاویل (تطبیق اور درست فہم):**

تاویل احادیث کی صحت اور قابل اعتماد ہونے کو یقینی بنانے میں اہم کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ علم حدیث کے اندر جب مختلف روایات کے درمیان ظاہری طور پر تعارض نظر آتا ہے یا کوئی حدیث سطحی طور پر درست لگتی ہے مگر اس میں خفیہ نقص پایا جاتا ہے، تو تاویل ان مسائل کو حل کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ بنتی ہے۔ یہ موضوع علم حدیث کی اہم شاخ مختلف الحدیث (یا اختلاف الحدیث) سے تعلق رکھتا ہے۔ اس فن کی بنیاد امام شافعی رحمہ اللہ (وفات 204 ہجری) نے اپنی کتاب "اختلاف الحدیث" کے ذریعے رکھی، اور ابن قتیبہ الدینوری (وفات 276 ہجری) نے اپنی مشہور کتاب "تأویل مختلف الحدیث" میں اسے مزید پختگی اور وسعت دی۔ اس علم کی اہمیت یہ ہے کہ یہ فقہی احکام کے غلط اطلاق سے بچاتا ہے، متواتر اور آحاد روایات کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرتا ہے، اور معراج، مہدی علیہ السلام جیسی اہم روایات کی درست تشریح ممکن بناتا ہے۔

- تاریخی اور جدید تناظر میں اہمیت:

یہ فن اسلامی علوم کی بنیاد ہے جو روایات کو محفوظ رکھنے اور ان کی حفاظت میں مدد دیتا ہے۔ جدید دور میں یہ سائنسی، فلسفیانہ اور تنقیدی اعتراضات کا مؤثر جواب فراہم کرتا ہے، جہاں ظاہری فہم بعض اوقات قرآن و سنت کو تناقض کا شکار دکھا سکتا ہے۔ ابن قتیبہ کی کتاب کو بعد کے بڑے علماء جیسے الذہبی، ابن تیمیہ اور ابن کثیر نے سراہا ہے، جو اس کی مستقل قدر کو ظاہر کرتا ہے۔ البتہ اس فن میں کچھ کمزوریاں بھی ہیں، جیسے بعض مقامات پر ضعیف روایات کا حوالہ، مگر مجموعی طور پر یہ معاصر مباحث اور تحقیق کے لیے ایک اہم رہنما ہے۔[23]

تاویل کے بغیر ممکنہ نقصانات

بغیر تاویل کے، احادیث کی غلط تفہیم فرقہ واریت، عقیدے کی خرابی اور اسلامی اتحاد کو نقصان پہنچاتی ہے۔ مثال کے طور پر، یوسف علیہ السلام کے خواب کی تاویل وقت کے ساتھ دیگر آیات سے ہوئی، جو ظاہری حدود کو دکھاتی ہے۔ یہ عمل فلسفہ، تصوف اور جدید سائنسز سے الگ تھلگ ہونے سے روکتا ہے۔

تاویل الحدیث کے ذرائع

تاویل الحدیث کے ذرائع (مصادر یا أدلة التأويل) سے مراد وہ قرائن اور دلائل ہیں جن کی بنا پر حدیث کے ظاہری معنی کو غیر ظاہری معنی کی طرف پھیرا جاتا ہے۔ اہل سنت کے اصول پر یہ ذرائع محدود اور معتبر ہونے چاہئیں، کیونکہ تاویل خلافِ اصل ہے اور صرف قوی دلیل سے جائز ہے۔ علماء نے تاویل کے ذرائع کو عموماً درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا ہے (یہ تقسیم اصول فقہ اور علوم حدیث کی کتابوں میں ملتی ہے، خاص طور پر باب الظاہر والمؤول میں):

- **القرآن الکریم**

قرآن میں کوئی آیت جو حدیث کے ظاہر کو تخصیص یا تاویل دیتی ہو۔

مثال: حدیث لاضرر ولاضرار[24] کو قرآن کی آیت ولا تلقوا بأيديكم إلى التهلكة[25] سے تاویل کر کے بعض معاملات میں استعمال کرنا۔

یہ سب سے قوی ترین دلیل ہے۔

- **السنة المعتبرة (أحاديث أخرى)**

دوسری صحیح یا معتبر حدیث جو پہلی حدیث کے ظاہر کو محدود یا تبدیل کرے۔

مثال: حدیث رفع القلم (تین سے) کو دوسری احادیث سے تاویل کر کے بعض حالات میں استثناء نکالنا۔

- **الإجماع**

اجماع امت اسلامیہ کا متفقہ طور پر کسی شرعی حکم یا تفسیر پر متفق ہو جانا ہے۔ علم اصول فقہ اور عقائد میں **اجماع** قرآن و سنت کے بعد سب سے قوی دلیل شمار ہوتا ہے۔ تاویل کے سیاق میں جب صحابہ کرام، تابعین یا سلف صالحین کا اجماع ہو کہ کسی حدیث یا آیت کا معنی ظاہری لفظ سے مختلف ہے تو یہ بہت مضبوط دلیل بن جاتا ہے۔ امت کا اجماع (خاص طور پر صحابہ یا سلف کا) کہ کسی حدیث کا معنی ظاہر سے مختلف ہے۔ یہ بھی قوی دلیل ہے، جیسے بعض صفات کی تاویلات میں سلف کا اجماع۔ اجماع خاص طور پر **تاویل** کے لیے اس وقت استعمال ہوتا ہے جب:

- حدیث یا آیت کا ظاہری معنی اللہ کی ذات کے ساتھ **تشبیہ** (مخلوق سے مشابہت) کا خطرہ پیدا کرے۔
- مختلف روایات میں ظاہری تعارض ہو۔
- سلف صالحین (صحابہ اور تابعین) نے متفقہ طور پر کسی لفظ کی تاویل کی ہو۔

مثال کے طور پر اللہ کی صفات (جیسے ید، عین، وجہ، نزول، استواء علی العرش) کے بارے میں سلف کا اجماع ہے کہ انہیں بغیر کیفیت اور بغیر تشبیہ کے مانا جائے۔ جہاں ظاہری لفظ سے تجسیم کا خطرہ ہو، وہاں تاویل یا تفویض کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔ **صحابہ کا اجماع** سب سے قوی ہے کیونکہ وہ نبی ﷺ کے زمانے کے قریب تھے اور زبان و سیاق کو بہتر سمجھتے تھے۔[26]

- **لغت العرب (الاستعمال اللغوي)**

لفظ کا لغت میں مشہور یا متعدد معانی ہونا، اور قرینہ سے ایک غیر ظاہری معنی مراد ہونا۔

مثال: "ید" کا لغت میں نعمت، قدرت، یا ہاتھ ہونا، تو قرینہ سے غیر جسمانی معنی پر تاویل۔

- **العرف (العرف الشرعي أو العام)**

عرف میں لفظ کا استعمال کسی خاص معنی میں ہونا۔

مثال: "الصلاۃ" کا عرف میں مخصوص عبادت ہونا، تو بعض سیاق میں تاویل۔

"القياس الصحيح أو الدليل العقلي الصريح"[27]

"جب عقلی دلیل یا قیاس قوی ہو جو ظاہر کے خلاف ہو، اور نص سے تعارض نہ ہو۔"

یہ کمزور ترین ہے اور صرف جب دوسرے ذرائع نہ ہوں تو استعمال ہوتا ہے، اور اکثر علماء احتیاط کرتے ہیں۔[28]

تاویل الحدیث کا آغاز اور ارتقا

تاویل الحدیث اسلامی علوم الحدیث کی ایک کلیدی شاخ ہے جو احادیث نبوی ﷺ کی توجیہ، تشریح اور خاص طور پر متضاد نظر آنے والی روایات کو ہم آہنگ کرنے پر مبنی ہے۔ اس کا آغاز اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور سے ہوتا ہے، جب کہ اس کا رسمی ارتقا تیسرے صدی ہجری میں ہوا۔ یہ علم حدیث کی وحدت اور صداقت کو برقرار رکھنے میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے، اور مختلف فرقوں (سنی، شیعہ، صوفی) میں اس کی مختلف شکلیں اختیار کی گئیں۔

- ابتدائی دور: صحابہ اور تابعین کا دور (پہلی اور دوسری صدی ہجری)

تاویل الحدیث کا آغاز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے ہی ہوا، جب نبی ﷺ کی احادیث کی تشریح وتوجیہ کا عمل قدرتی طور پر جاری تھا۔ اس دور میں احادیث کی ترسیل عموماً زبانی تھی اور اسناد کی باقاعدہ شکل ابھی مکمل طور پر نہیں بنی تھی۔ صحابہ کرام احادیث کو ان کے سیاق وسباق، عقلی دلائل اور قرآنی اصولوں کی روشنی میں سمجھتے اور پیش آتے تھے، خصوصاً جب کوئی روایت متضاد یا پیچیدہ نظر آتی۔

مثال کے طور پر:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وراثت اور قیدیوں سے متعلق بعض احکام میں احادیث کی توجیہ فرمائی۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حدیث لا وصیۃ لوارث[29] (وارث کے لیے وصیت نہیں) کی عملی توجیہ کی۔ ان تاویلوں کا مقصد سنت کی وحدت اور شرعی احکام کی ہم آہنگی کو برقرار رکھنا تھا۔ یہ تاویلیں زیادہ تر ظاہری معنی کی بنیاد پر تھیں۔

تابعین کے دور میں یہ عمل مزید منظم ہوا، جب احادیث کی جمع وتدوین کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس عہد میں اہل الرائے (عقلی گروہ) اور محدثین کے درمیان اختلافات نے تاویل کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اہل الکلام نے احادیث کو قرآن سے مطابقت کے لیے تاویل کی، جبکہ اہل الحدیث نے ظاہری مفہوم پر زیادہ زور دیا۔ اس دور میں تاویل کو تفسیر حدیث سے الگ نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ یہ حدیث کے ابتدائی علوم کا حصہ تھی۔ مختلف روایات کی وجہ سے پیدا ہونے والے تضادات نے تاویل کو ناگزیر بنا دیا تھا، البتہ اس دور میں ابھی باقاعدہ کتابیں نہیں لکھی گئی تھیں۔

یہ تاویل سنت کی حفاظت اور فہم حدیث کی وضاحت کے لیے تھی، نہ کہ اسے تبدیل کرنے کے لیے۔[30]

- رسمی آغاز: تیسرے صدی ہجری میں ابھار (معتزلہ اور عقلی تنقید کے جواب میں)

رسمی طور پر تاویل الحدیث تیسرے صدی ہجری (9ویں صدی عیسوی) میں ابھرا، جب معتزلہ اور دیگر عقلی گروہوں (جیسے اہل الکلام) نے احادیث پر تنقید کی اور انہیں قرآن یا عقل سے متضاد قرار دیا۔ معتزلہ نے احادیث کو عقلی طور پر ناممکن قرار دے کر رد کیا، جیسے اللہ کی صفات کی احادیث کو تشبیہ (انسان نما خدا) کا باعث سمجھا۔ اس تنقید کے جواب میں محدثین نے تاویل کو منظم کیا تاکہ احادیث کی ہم آہنگی ثابت کریں۔

اس دور کی کلیدی شخصیت امام محمد بن ادریس الشافعی (وفات 204 ہجری/820 عیسوی) تھیں، جنہوں نے کتاب "اختلاف الحدیث" (یا "مختلف الحدیث") لکھی۔ یہ کتاب متضاد احادیث کو ہم آہنگ کرنے پر مبنی تھی اور تاویل کو علوم الحدیث کی شاخ بنا دیا۔ امام شافعی نے حدیث کو وحی قرار دے کر اس کی اہمیت بڑھائی اور تاویل کو شرعی دلائل (قرآن، اجماع، قیاس) کی بنیاد پر کیا۔

اس کے بعد ابن قتیبہ الدینوری (وفات 276 ہجری/889 عیسوی) نے "تاویل مختلف الحدیث" لکھی، جو اس علم کی بنیاد ہے۔ یہ کتاب 111 متضاد احادیث اور 72 مشکل احادیث کی توجیہ پر مشتمل ہے، اور معتزلہ کی تنقید کا جواب دیتی ہے۔ ابن قتیبہ نے تاویل کو "اصل کی طرف لوٹانا" قرار دیا اور احادیث کو مسخ کیے بغیر واضح کیا۔ یہ دور عباسی خلافت کا تھا، جہاں بغداد میں فکری مباحث نے تاویل کو فروغ دیا۔

- ارتقا: چوتھی سے آٹھویں صدی ہجری تک (کلاسیکل دور)

چوتھی صدی ہجری (دسویں صدی عیسوی) تک تاویل الحدیث کو تفسیر حدیث سے الگ ایک خود مختار فن کے طور پر دیکھا جانے لگا۔ یہ علوم الحدیث کی ایک اہم شاخ "مختلف الحدیث" کا حصہ بن گئی، جس کا بنیادی کام متضاد یا ظاہری طور پر متعارض روایات کی توجیہ وہم آہنگی تھا۔ اس عہد میں کتب ستہ (صحاح ستہ) کی تدوین ہوئی، جن میں امام بخاری اور امام مسلم کی صحیحین شامل ہیں۔ ان کتب میں تاویل کا استعمال روایات کی تصدیق، ان کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے اور ممکنہ تضادات کو دور کرنے کے لیے کیا گیا۔

بعد کے علماء نے اس فن کو مزید پختہ اور منظم شکل دی:

- ابو عمرو ابن الصلاح (وفات: 643 ہجری / 1245 عیسوی) نے اپنی مشہور کتاب مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث میں تاویل کو احادیث کی حفاظت اور ان کی درست فہم کا ایک اہم ذریعہ قرار دیا۔
- شمس الدین الذہبی (وفات: 748 ہجری / 1348 عیسوی) اور ابن تیمیہ (وفات: 728 ہجری / 1328 عیسوی) نے تاویل کو خالص شرعی دلائل پر مبنی کیا۔ انہوں نے خصوصاً اللہ تعالیٰ کی صفات کی تاویل میں اسے استعمال کر کے تشبیہ و تجسیم سے بچاؤ کا راستہ اختیار کیا۔
- ابن حجر العسقلانی (وفات: 852 ہجری / 1449 عیسوی) نے تاویل الحدیث کو مزید منظم اور محتاط اصولوں کے ساتھ بیان کیا، اور اسے فہم حدیث کے اعلیٰ فنون میں شمار کیا۔

اس دور میں تاویل الحدیث ایک علمی اور منضبط عمل بن چکی تھی جو سنت نبوی ﷺ کی حفاظت اور اس کی درست تشریح کے لیے استعمال ہوتی تھی۔[31]

➢ جدید دور: نو آبادیاتی اثرات اور معاصر تحقیقی کام

جدید دور میں تاویل الحدیث کو عقلی، تاریخی اور سائنسی تنقید کا شدید سامنا کرنا پڑا۔ مغربی اسکالرز نے حدیث کی تاریخی اعتبار پر سوالات اٹھائے۔ اگناز گولڈ زیہر اور جوزف شاخت نے احادیث کو زیادہ تر بعد کی ایجادات قرار دیا، البتہ انہوں نے تاویل الحدیث کو اسلامی فکری تاریخ کا اہم آئینہ قرار دیا۔

ان محققین نے احادیث میں ظاہری تضادات کو حل کرنے کے لیے جدید تحلیلی اور تنقیدی طریقے وضع کیے۔ ان میں سب سے اہم Common-Link Theory اور Isnad-cum-Matn Analysis (ICMA) شامل ہیں۔ ICMA کا طریقہ متن (matn) اور اسناد (isnad) دونوں کا مشترکہ اور تفصیلی جائزہ لیتا ہے، جس کے ذریعے حدیث کی اصل شکل، اس کی ابتدائی صورت اور وقت کے ساتھ اس میں ہونے والی تبدیلیوں کے مراحل کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

معاصر مغربی تحقیق میں ہارالڈ موٹزکی اور گرگور شولر (Gregor Schoeler) سمیت دیگر محققین نے ان طریقوں کو مزید ترقی دی۔ ترکی اور دیگر مسلم ممالک میں روایتی اسلامی علوم اور جدید مغربی نقطہ نظر کا امتزاج دیکھا جا رہا ہے۔ شیعہ اور سنی دونوں علماء جدید چیلنجز (جیسے سائنس، جدید اخلاقیات اور مذہب کا باہمی تعلق) حل کرنے کے لیے تاویل کا استعمال کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، قرآن کی متشابہ آیات کی تاویل کو جدید فلسفہ اور سائنسی اصولوں سے جوڑ کر پیش کیا جاتا ہے۔

اس دور کی تاویل کا مقصد نہ صرف تاریخی تضادات کا حل بلکہ حدیث کو عصر حاضر کے مسائل کے لیے قابل فہم بنانا بھی ہے۔[32]

➢ عصر حاضر میں تاویل پر محققین کے افکار

عصر حاضر کے محققین تاویل (قرآنی آیات کی باطنی، علامتی اور گہری تشریح) کو ایک متحرک اور سیاقی عمل قرار دیتے ہیں۔ وہ اسے محض لفظی معنی تک محدود نہیں رکھتے بلکہ اسے وقت، سماج اور انسانی فہم کے بدلتے تناظر سے جوڑتے ہیں۔ تاویل سے متعلق حمید الدین فراہی، امین احسن اصلاحی اور جاوید احمد غامدی کے نظریات درج ذیل ہیں:

حمید الدین فراہی کا نقطہ نظر

حمید الدین فراہی تاویل کو قرآن کی تفہیم کا ایک بنیادی اور لازمی اصول قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک تاویل کا مطلب نصوص کے ظاہری الفاظ سے ہٹ کر ان کی اصل مراد، غرض اور مقصد تک پہنچنا ہے۔

وہ تاویل کو من مانی تشریح نہیں بلکہ **قرآن کے نظم** (coherence) اور **سیاق وسباق** کی روشنی میں کی جانے والی علمی توجیہ سمجھتے ہیں۔ تاویل کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ:

- وہ تاویل میں اختلافات کو نظم کلام کی عدم توجہ کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔
- ان کا سب سے اہم اصول یہ ہے کہ قرآن ایک مربوط کتاب ہے۔ ہر سورۃ کا ایک مرکزی موضوع (عمود) ہوتا ہے اور تمام آیات اسی موضوع کے گرد گھومتی ہیں۔ تاویل اسی نظم کے مطابق کی جانی چاہیے۔ اگر کوئی آیت یا حدیث متشابہ یا مشکل معلوم ہو تو اسے الگ الگ نہ دیکھا جائے بلکہ قرآن کے مجموعی پیغام، سابق ولاحق آیات اور عربی زبان کے محاورات کی روشنی میں سمجھا جائے۔
- وہ **متشابہات** کی تاویل میں احتیاط کا حکم دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تاویل ہمیشہ محکمات (واضح آیات) کے تابع ہو۔ ان کے نزدیک تاویل کا مقصد قرآن کی یکجہتی کو برقرار رکھنا اور اس کے اعجاز کو سمجھنا ہے۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں اس اصول کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور اسی بنیاد پر قرآن کی تفسیر کا نیا انداز متعارف کرایا۔
- اگر سیاق وسباق، ربط آیات، لغت اور ادبی ساخت کو مدنظر رکھا جائے تو قرآن کی ایک ہی درست تاویل ممکن ہے۔ متعدد تاویلات کا باعث آیات کو الگ الگ کرکے دیکھنا ہے۔
- قرآن خود میزان (توازن) اور فرقان (حق وباطل کا فیصلہ کرنے والا) ہے، لہذا اس کی تفسیر داخلی شواہد (قرآن سے قرآن) پر مبنی ہونی چاہیے۔
- قرآن کی بلاغت، جاہلی عربی شاعری اور لسانی اصولوں کا مطالعہ۔ انہوں نے مغربی تنقید (جو قرآن کو بے ترتیب سمجھتی تھی) کا جواب دیا کہ نظم کی روشنی میں قرآن کی وحدت واضح ہو جاتی ہے۔
- ان کی تفسیر "نظام القرآن وتاویل الفرقان بالفرقان" اسی پر مبنی ہے۔[33]

امین احسن اصلاحی کا نقطہ نظر

امین احسن اصلاحی تاویل کو قرآن وحدیث کی تفہیم کا ایک لازمی اور گہرا علمی عمل سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک تاویل کا مطلب نصوص کے ظاہری الفاظ سے آگے بڑھ کر ان کی اصل مراد، سیاقی مفہوم اور مقاصدِ شریعت تک پہنچنا ہے۔ وہ تاویل کو صرف متشابہ آیات یا مشکل احادیث تک محدود نہیں کرتے بلکہ پورے قرآن کی تفہیم کے لیے ایک منظم منہج (نظام) قرار دیتے ہیں۔ تاویل کے متعلق کا نقطہ نظر یہ ہے کہ؛

- **نظم قرآن** (قرآن کا سورۃ وار مربوط نظم) کے اصول پر زور دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ کوئی آیت یا حدیث کو الگ الگ نہ دیکھ کر بلکہ اس کے پورے سیاق، سابق ولاحق آیات اور سورۃ کے مرکزی موضوع کے تناظر میں سمجھنا چاہیے۔ تاویل بغیر قرینہ کے نہیں کی جانی چاہیے، بلکہ یہ عربی زبان کے محاورات، تاریخی پس منظر اور قرآن کے مجموعی پیغام سے ہم آہنگ ہونی چاہیے۔ قرآن کی تفسیر میں سورتوں کے گروپوں، مرکزی مضامین اور باہمی ربط کو بنیادی بناتے ہیں۔
- وہ **متشابہات** (ambiguous texts) کی تاویل میں احتیاط کا حکم دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تاویل قرآن کے **محکمات** (clear verses) کی روشنی میں کی جائے۔ ان کے نزدیک تاویل کا مقصد نص کی حفاظت کرنا ہے، نہ کہ اسے مسخ کرنا۔ انہوں نے اپنی تفسیر **تدبر قرآن** میں اس اصول کو عملی شکل دی ہے۔
- تاویل قرآن کی زبان، اسلوب اور ہدف (انذار وہدایت) سے نکالی جانی چاہیے۔

- انہوں نے دکھایا کہ قرآن کا مطالعہ جب مجموعی ساخت کے ساتھ کیا جائے تو الگ الگ آیات کی من مانی تشریحات ختم ہو جاتی ہیں۔ یہ امت کے اتحاد اور فرقہ واریت سے نجات کا ذریعہ بھی ہے۔[34]

جاوید احمد غامدی کا نقطہ نظر

جاوید احمد غامدی تاویل کو سیاق، لسانی اور عقلی فہم کا ایک اہم ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک تاویل کا مقصد نصوص (قرآن و حدیث) کے ظاہری الفاظ سے ہٹ کر ان کی اصل مراد تک پہنچنا ہے، لیکن یہ عمل ہر گز من مانی یا بے بنیاد نہیں ہو سکتا۔ تاویل ہمیشہ قرآن کے واضح اصولوں (محکمات)، عربی زبان کے قواعد، تاریخی سیاق وسباق اور مقاصدِ شریعت کی روشنی میں کی جانی چاہیے۔تاویل کے بارے میں ان کی رائے ہے کہ؛

- قرآن کی تفسیر میں سیاق و سباق، نظم اور لسانی اصول کو مرکزی حیثیت دیتے ہیں۔ وہ قرآن کو خود وضاحت کرنے والا (self-explanatory)مانتے ہیں۔
- وہ **متشابہ** نصوص کی تاویل کو جائز اور ضروری سمجھتے ہیں، لیکن اسے قرآن کے محکمات کے تابع رکھتے ہیں۔
- حدیث کی تفہیم میں تاویل کا استعمال کرتے ہوئے وہ احادیث کو قرآن کا تابع قرار دیتے ہیں۔یعنی اگر کوئی حدیث قرآن کے واضح حکم سے ٹکرائے تو اس کی مناسب تاویل کی جائے گی یا اسے اس کے مخصوص سیاق میں محدود کیا جائے گا۔
- وہ **مجازی، استعاری اور سیاقی تاویل** کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں جہاں ظاہری معنی سے عقلی یا شرعی تضاد پیدا ہو، لیکن اسے علماء کے اجتہاد اور قوی قرائن پر مبنی ہونا چاہیے۔
- حدیث (آحاد روایات) دین میں نئی بات نہیں بڑھاتی بلکہ قرآن اور سنت (متواتر عمل) کی تشریح کرتی ہے۔ تاویل کا عمل انہیں درست طور پر سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔[35]
- متشابہات میں تاویل عملی اور اخلاقی مفہوم پر مبنی ہوتی ہے، نہ کہ محض عرفانی یا من مانی۔
- قرآن کی زبان عام فہم عربی ہے، اس لیے تاویل میں تکلفات کی ضرورت نہیں۔
- قرآن کا دعویٰ کہ وہ مبین (واضح) ہے۔
- نظم کی روشنی میں ایک ہی درست فہم ممکن ہے۔
- یہ منہج فرقہ واریت، تصوف کی زیادتیوں اور روایتی تاویلات کے اثرات سے پاک تفسیر پیش کرتا ہے۔
- وہ سنت عملی (امت کے تواتر والے عمل) کو بھی اہمیت دیتے ہیں۔[36]

یہ تینوں محقق فراہی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہیں، جو روایتی تفسیر (جو اکثر شان نزول، اسباب نزول یا خارجی روایات پر زیادہ انحصار کرتی ہے) سے ہٹ کر داخلی قرآنی شواہد (نظم، سیاق، لغت، بلاغت) پر زور دیتا ہے۔ یہ افکار امت میں اتحاد، قرآن سے براہ راست رابطہ اور جدید ذہن کے لیے دین کی قابل فہم تعبیر پر زور دیتے ہیں۔ البتہ بعض روایتی علماء ان پر تنقید بھی کرتے ہیں کہ روایات اور اجماع کو کم اہمیت دی جاتی ہے۔ تفصیل کے لیے فراہی کا "مقدمہ نظام القرآن"، اصلاحی کی "تدبر قرآن" اور غامدی کی "البیان" کا مطالعہ مفید ہے۔

➢ **تاویل الحدیث پر کتب**

تاویل الحدیث کے موضوع پر اسلام کے ابتدائی ادوار سے لے کر بعد کے علماء نے متعدد قیمتی تصانیف لکھیں۔ ان کتب کا مقصد متضاد یا مشکل احادیث کی توجیہ، ان کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنا اور سنت نبوی ﷺ کی حفاظت کرنا رہا ہے۔

- تأویل الاحادیث از شاہ ولی اللہ دہلوی

- مشکل الحدیث یا تأویل الأخبار المتشابهة از ابن فورک
- تأویل مختلف الحدیث از ابن قتیبہ الدینوری
- شرح مشکل الآثار از امام ابو جعفر الطحاوی
- الرد علی اعداء الحدیث از ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ الساجی
- مشکل الحدیث از محمد بن الحسن الانصاری

خلاصہ بحث

تأویل الحدیث اسلامی علوم کی ایک نہایت اہم، حساس اور ارتقائی شاخ ہے جس کا بنیادی مقصد احادیثِ نبوی ﷺ کی صحیح تفہیم، ان کے درمیان ظاہری تعارض کا ازالہ، اور سنتِ رسول ﷺ کی حفاظت و بقا کو یقینی بنانا ہے۔ لغوی اعتبار سے تأویل اصل کی طرف رجوع کرنے کے معنی میں آتی ہے، جبکہ اصطلاحی طور پر اس سے مراد حدیث کے ظاہری مفہوم سے ہٹ کر کسی ایسے معنی کو اختیار کرنا ہے جو شرعی دلائل، عربی لغت، سیاق و سباق اور مقاصدِ شریعت کے مطابق ہو۔ اسلامی تاریخ کے ابتدائی دور سے ہی صحابۂ کرام اور تابعین نے احادیث کی فہم و تشریح میں سیاقی اور اجتہادی بصیرت کا مظاہرہ کیا۔ بعد ازاں فقہ، اصولِ فقہ، علمِ کلام اور تصوف کی علمی روایتوں میں تأویل الحدیث ایک منظم علمی فن کی صورت اختیار کر گئی۔ تیسرے صدی ہجری میں امام شافعی اور ابن قتیبہ جیسے علماء نے متعارض اور مشکل احادیث کے حل کے لیے مستقل اصول وضع کیے، جس سے یہ فن باقاعدہ علمی بنیادوں پر استوار ہوا۔ کلاسیکی دور میں محدثین اور فقہاء نے تخصیص، تقیید، جمع بین الروایات اور حمل علی المجاز جیسے اصولوں کے ذریعے حدیثی نصوص کی ہم آہنگ تشریح پیش کی۔ جدید دور میں جب مستشرقین، عقلیت پسند مفکرین اور سائنسی و فلسفیانہ تنقید نے حدیث کے بارے میں نئے سوالات اٹھائے تو تأویل الحدیث کی اہمیت مزید بڑھ گئی۔ معاصر مسلم علماء نے ایک طرف حدیث کے روایتی اصولوں کی حفاظت کی اور دوسری طرف جدید سماجی، فکری اور اخلاقی مسائل کے تناظر میں احادیث کی سیاقی اور مقصدی تعبیر پیش کرنے کی کوشش کی۔ اس طرح تأویل الحدیث نے روایت اور تجدید کے درمیان ایک مؤثر پل کا کردار ادا کیا۔

اس مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ تأویل الحدیث محض ایک تشریحی عمل نہیں بلکہ اسلامی فکر کی فکری لچک، علمی گہرائی اور عصری موافقت کا مظہر ہے۔ یہ فن نہ صرف احادیثِ نبوی ﷺ کے صحیح فہم کو ممکن بناتا ہے بلکہ مسلمانوں کو بدلتے ہوئے حالات میں سنتِ نبوی سے رہنمائی حاصل کرنے کا مؤثر ذریعہ بھی فراہم کرتا ہے۔ چنانچہ عصرِ حاضر میں بھی تأویل الحدیث کی ضرورت اور افادیت برقرار ہے، بشرطیکہ اسے علمی دیانت، معتبر اصولوں اور مقاصدِ شریعت کی روشنی میں بروئے کار لایا جائے۔

نتائج

1. تأویل الحدیث اسلامی علمی روایت کا ایک قدیم اور بنیادی حصہ ہے جو عہدِ صحابہؓ سے مختلف صورتوں میں موجود رہا اور وقت کے ساتھ ایک مستقل علمی فن کی شکل اختیار کر گیا۔
2. تأویل کا مقصد حدیث کو رد کرنا نہیں بلکہ اس کی صحیح تفہیم اور حفاظت ہے۔ علماء نے ہمیشہ تأویل کو احادیث کے درمیان تطبیق، ظاہری تعارض کے ازالے اور مقاصدِ شریعت کے تحفظ کے لیے استعمال کیا ہے۔
3. تاویل کے لیے مضبوط علمی اصول اور ضوابط مقرر کیے گئے ہیں جن میں قرآنِ مجید، سنتِ صحیحہ، اجماع، لغتِ عرب اور معتبر عقلی دلائل بنیادی ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

4. امام شافعیؒ، ابن قتیبہؒ، امام طحاویؒ اور دیگر محدثین نے مختلف الحدیث اور مشکل الحدیث کے فن کو ترقی دے کر تأویل الحدیث کو با قاعدہ علمی بنیادیں فراہم کیں۔
5. فقہی، کلامی اور صوفی مکاتبِ فکر نے اپنے اپنے مناہج کے مطابق تأویل الحدیث سے استفادہ کیا، جس کے نتیجے میں حدیث فہمی کے متعدد علمی اسالیب وجود میں آئے۔
6. استعماری اور جدید دور میں پیدا ہونے والے فکری، سائنسی اور سماجی چیلنجز نے تأویل الحدیث کی اہمیت میں مزید اضافہ کیا، جس کے نتیجے میں جدید مسلم مفکرین نے سیاقی اور مقصدی تعبیرات کو فروغ دیا۔
7. عصرِ حاضر میں تأویل الحدیث روایت اور تجدید کے درمیان ایک متوازن علمی راستہ فراہم کرتی ہے، جس کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو جدید مسائل کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

سفارشات

- تأویل الحدیث کے اصولی مطالعے کو فروغ دیا جائے تاکہ طلبہ، محققین اور علماء احادیثِ نبویہ کی تشریح میں علمی اور منہجی اصولوں سے واقف ہو سکیں۔
- کلاسیکی اور معاصر مناہجِ تأویل کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تاکہ روایتی علمی ورثے اور جدید فکری تقاضوں کے درمیان مؤثر ہم آہنگی پیدا کی جاسکے۔
- تأویل الحدیث کے موضوع پر موجود قدیم مصادر اور مخطوطات کی تحقیق، تدوین اور جدید زبانوں میں اشاعت کا اہتمام کیا جائے تاکہ علمی ذخیرے سے وسیع تر استفادہ ممکن ہو سکے۔
- احادیث کے فہم میں سیاق و سباق، اسبابِ ورود، مقاصدِ شریعت اور معاشرتی حالات کو مناسب اہمیت دی جائے تاکہ نصوص کی تعبیر زیادہ جامع اور حقیقت پسندانہ ہو۔
- عصرِ حاضر کے سائنسی، سماجی اور اخلاقی مسائل کے حوالے سے حدیثی متون پر تحقیقی مطالعات کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ سنتِ نبوی ﷺ کی عصری افادیت کو مؤثر انداز میں اجاگر کیا جاسکے۔
- ڈیجیٹل ذرائع اور جدید تحقیقی ٹیکنالوجی کو حدیثی مطالعات میں بروئے کار لایا جائے تاکہ حدیثی ذخیرے، شروح اور تحقیقی مواد تک رسائی آسان اور مؤثر ہو سکے۔

حوالہ جات

---

1 القرآن ۵۳:۷۔

2 السیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن (قاہرہ: مکتبہ السنۃ، ۲۰۰۳) ۴/۱۰۔

3 ابن منظور، لسان العرب (بیروت: دار صادر، ۱۹۹۴ء)، ۱۱/۳۲-۳۶۔

4 راغب اصفہانی، مفردات ألفاظ القرآن (بیروت: دار القلم، ۱۹۹۲ء) ۱۸۹۔

5 جلال الدین سیوطی، تدریب الراوی فی شرح تقریب النووی (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۹ء) ۱۷۳۔

6 محمد بن ادریس، شافعی، اختلاف الحدیث (قاہرہ: دار الحدیث، ۱۹۷۳ء) ۱۳۰۔

7 صبحی الصالح، علوم الحدیث و مصطلحہ (بیروت: دار العلم للملایین، ۱۹۷۱ء) ۲۵۰۔

[8] البخاري، محمد بن إسماعيل البخاري، صحيح البخاري، تحقيق: محمد زهير بن ناصر الناصر (دار طوق النجاة،۲۰۰۱ء (رقم الحديث۶۲۲۷۔

[9] محمود الطحان، تیسیر مصطلح الحدیث (لاہور: مکتبہ قدوسیہ،۱۹۹۹ء)۱۶۔

[10] الشوكانی، محمد بن علی بن محمد، ارشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول) بیروت: دار الكتب العلمية،۱۹۹۸ء)۲۳۴-۲۳۶۔

[11] بخاری، محمد بن اسماعیل۔ صحیح البخاری۔ تحقیق: محمد زہیر بن ناصر الناصر) بیروت: دار طوق النجاة،۲۰۰۲ء) رقم الحدیث:۱۳۔

[12] ابن حجر عسقلانی، شرح نخبۃ الفکر (قاہرہ: مکتبہ السنۃ،۱۹۹۸ء)۱۳۰۔

[13] البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، تحقیق: محمد زہیر بن ناصر الناصر، (دمام: دار طوق النجاة،۱۴۲۲ھ)،۱/۶۔

[14] مقدمۃ ابن الصلاح میں دار الفکر (دمشق: دار الفکر۱۹۸۶ء)۱۴۵۔

[15] ابن تیمیہ، تقي الدين أحمد بن عبد الحليم، مجموع الفتاوی (القاهرة:مكتبة السنة،۲۰۰۳)،۶۷۔

[16] القرآن ۲۰: ۵

[17] القرآن ۵۳:۳-۴

[18] ابن قتیبہ، تاویل مختلف الحدیث (بیروت: المکتبۃ العصریہ،۲۰۰۳ء)۱۰-۲۰۔

[19] القرآن ۲ :۴۸,۱۲۳

[20] القرآن ۲۰ :۱۰۹

[21] القرآن ۸۹:۲۲

[22] القرآن ۴۲: ۱۱

[23] امام شافعی، محمد بن إدريس، اختلاف الحديث۔ تحقيق: محمد أحمد عبد العزيز (بيروت: دار الكتب العلمية،۲۰۰۸ء)۲۱۳

[24] السیوطی، جلال الدین عبد الرحمن، الاشباہ والنظائر فی قواعد وفروع (بیروت: دار الکتب العلمیہ،۲۰۰۸ء)۱/۹۴

[25] القرآن ۲:۱۹۵

[26] الحسن الاشعری، الابانہ عن اصول الدیانہ (بیروت: دار الکتب العلمیہ،۱۹۹۰ء)۵۲-۴۸

[27] ابن تیمیۃ، درء تعارض العقل والنقل، تحقیق: محمد رشاد سالم (الریاض: دار الکنوز الأدبیۃ،۲۰۰۶ء)۸۰۔

[28] ابن حزم، الإحكام في أصول الأحكام (بیروت: دار ابن حزم بیروت،۲۰۱۶ء)۵/۲۰۰۔

[29] ابو داود، سلیمان بن الأشعث۔ سنن أبي داود۔ تحقيق: محمد محيي الدين عبد الحميد (بيروت: المكتبة العصرية) رقم الحديث ۳/۲۸۷۰۔

[30] الذہبی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان۔ سیر أعلام النبلاء (قاہرہ: دار الحدیث،۲۰۰۶ء)۱۵۔

[31] ابن الصلاح، ابو عمرو، مقدمہ ابن الصلاح فی علوم الحدیث، تحقیق: نور الدین عتر (دمشق: دار الفکر،۱۴۰۶ھ)۱۵۰-۱۶۰۔

[32] Goldziher, Ignaz. Muslim Studies. Edited by S. M. Stern. Translated by C. R. Barber and S. M. Stern. 2 vols. London: George Allen & Unwin, 1967–1971

[33] حمید الدین فراہی، نظام القرآن وتاویل الفرقان بالقرآن (بیروت: دار المغرب اسلامی، ۲۰۱۲)۵۰۔

[34] امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن (لاہور: مکتبہ اسلامیہ،۱۹۸۰)۱/۱۰۰۔

[35] جاوید احمد غامدی، میزان، (لاہور: المورد ادارۂ علوم اسلامیہ، اپریل ۲۰۰۲ء)۱۱-۱۰۔

[36] جاوید احمد غامدی، البیان (لاہور: المورد ادارۂ علوم اسلامیہ،۲۰۰۰ء)۱/۱۵۰۔